مقامِ رسالت اور اُس کے تقاضے

تحریر: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محاورہ ہے کہ ''گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی'' اگر تجھے لوگوں کے مقام و مرتبے میں فرق نہیں تو تُو حق شناس نہیں ہے۔ یعنی لوگوں کے منصب اور حیثیت سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ حقوق کی ادائیگی بطریق احسن ہو سکے۔ والدین کے حقوق وہی شخص پورے طور پر ادا کر سکے گا جو والدین کی عظمت سے واقف ہو گا۔ اسی اصول کی وضاحت ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ ''قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری''۔ یعنی سونے کی قدر اسی کو ہو گی جو سونے کی شناخت رکھتا ہو' اسی طرح جواہرات کی قیمت تو جوہر شناس ہی لگا سکتا ہے۔ ہم اپنے اُستاد کو راہ چلتا دیکھتے ہیں تو ادب کے ساتھ اس کے سامنے جھک جاتے ہیں' مگر اسی اُستاد کے پاس سے سینکڑوں دوسرے لوگ بغیر ادب آداب کے گزر جائیں گے' کیونکہ وہ اس کو پہچانتے نہیں۔ پس بادنیٰ تامل یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب ہم کسی شخص کے مقام و مرتبہ سے واقف نہ ہوں گے تو اس شخص کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت ہم کیسے متعین (determine) کریں گے؟ چنانچہ مقامِ رسالت سے آگاہی ہر مسلمان پر لازم ہے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق صحیح بنیادوں پر استوار کر سکے۔

سادہ انداز میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے اس پر مقامِ رسالت تو واضح ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ بات کچھ تشریح طلب ہے' کیونکہ مسلمانوں میں بہت سوں کو رسول اللہ ﷺ کی شرعی حیثیت اور مقام و مرتبہ کے متعلق کئی طرح کی غلط فہمیاں ہیں۔ جب تک وہ غلط فہمیاں دُور نہ ہوں اور مقامِ رسالت سے آگہی نہ ہو حقوق کی ادائیگی کماحقہ کیسے ہو سکتی ہے!

اطاعت

حضرت محمد ﷺ کی ممتاز ترین حیثیت اللہ کے رسول کی ہے۔ اللہ نے آپ کو برگزیدہ کیا' وحی کے ساتھ سرفراز کیا' منصب رسالت پر مامور کیا اور لوگوں پر آپؐ کی اطاعت لازمی قرار دی' بلکہ رسول کی اطاعت کو خود اللہ کی اطاعت قرار دیا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی''۔

رسول کے علاوہ یہ کسی کا منصب نہیں۔ ماں باپ کا بہت بڑا رتبہ ہے لیکن وہ بھی رسول کے حکم کے تابع ہے۔ اگر وہ بھی کوئی ایسا حکم دیں جس کی رسول اجازت نہ دیتا ہو تو ان کا حکم بھی نہیں مانا جائے گا۔ اس کی وجہ بھی قرآن پاک میں بتادی گئی کہ:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞﴾ (النجم: ۳'٤)

''پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ مگر وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے''۔

جب رسول کی زبان پر سراسر حق جاری ہے تو آپؐ کی اطاعت رب ہی کی اطاعت ہوئی۔ اسی لئے قرآن پاک میں اس مضمون کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۞﴾
(محمد: ۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور بصورتِ دیگر اپنے اعمال ضائع نہ کردو''۔

سورۃ الشعراء میں متعدد رسولوں کا اپنی قوم سے یہ خطاب نقل ہوا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۞﴾

''پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو''۔

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (النور: ٥٤)

''اور اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو ہدایت پالو گے''۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾

(النساء: ۱۳)

''اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی اللہ اسے باغات میں داخل کرے گا جن کے دامن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی''۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنے کے بھیانک نتائج سے بھی قرآن پاک میں جابجا خبردار کیا گیا ہے۔ دیکھئے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۞﴾

(النساء:۱۱۵)

''اور جو کوئی خلاف کرے رسول کے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو گئی اور پیروی کرے مسلمانوں کی راہ کے علاوہ کسی دوسری راہ کی تو ہم پھیر دیں گے اس کو جدھر کو وہ پھرا اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے' اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی''۔

سورۃ محمد آیت ۳۲ میں پیغمبر کی مخالفت کا انجام حبط اعمال بتایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۞﴾

''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور انہوں نے رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے' البتہ وہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا''۔

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے غافل رہے اور ادھر اُدھر بھٹکتے رہے روز محشر ان کی رسوائی دیدنی ہوگی' مگر اُس وقت ان کی آہ و زاری' اعترافِ گناہ' پشیمانی اور پچھتاوا کسی کام نہ آئیں گے۔ دیکھئے سورۃ الاحزاب آیت ۶۶:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۞﴾

''جس دن پھیرے جاویں گے مُنہ اُن کے آگ کے اندر' کہیں گے اے کاش ہم نے فرمانبرداری کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی''۔

پھر رسول کا نافرمان روزِ قیامت اپنے ہاتھ کاٹے گا' افسوس کرے گا' مگر بے فائدہ۔ دیکھئے سورۃ الفرقان آیت ۲۷:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾

''جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں رسول کی ہمراہی اختیار کرتا''۔

ادب واحترام

جس ہستی کو اللہ کا فرستادہ' حق کا ترجمان اور واجب الاطاعت تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ادب واحترام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔اگر چہ یہ بات ظاہر و باہر ہے تاہم خود ربّ کائنات نے اس کی اہمیت اجاگر کر دی ہے' تاکہ لوگ اس ضمن میں کسی بے احتیاطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں ۔ اگر چہ یہ مضمون قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے لیکن سورۃ الحجرات میں اس سلسلہ کی راہنمائی واضح ترین صورت میں آئی ہے جہاں رسول اللہ کے ہاں آنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپؐ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپؐ کو آواز نہ دیں' بلکہ کھڑے کھڑے انتظار کریں' اگر آپؐ خود تشریف لے آئیں تو مدعا بیان کرلیں' ورنہ واپس چلے آئیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞﴾ (الحُجُرات: ۴'۵)

''یقیناً وہ لوگ جو حجروں کے باہر سے آپ کو آوازیں دیتے ہیں' ان میں بہت سے عقل سے عاری ہیں۔اور اگر وہ رک جاتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر اُن کے پاس آجاتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا' اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

پھر اسی سورۃ الحجرات میں آپؐ کی محفل میں بیٹھنے والوں کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کریں۔اور جیسے وہ بلند آواز میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اس طرح چلا چلا کر آپؐ کو ہرگز نہ پکاریں۔ ورنہ اتنی سی بات سے ہی ان کے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے جبکہ وہ اس فعل کو معمولی سمجھ رہے ہوں گے:

﴿يَـاَيُّهَـا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَـهٗ بِـالْـقَوْلِ كَـجَهْـرِ بَـعْـضِـكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَـالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات:۲)

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند مت کرو اور اُن سے اونچی آواز میں بات نہ کرو' جیسا کہ اونچی آواز میں تم ایک دوسرے سے بات کر لیتے ہو' بصورتِ دیگر تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی''۔

یوں ایک مسلمان آپؐ کے ادب و احترام میں کوتاہی کا سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی آپؐ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے جن سے ذرہ برابر بھی ادب کے تقاضے میں فرق آتا ہو۔

محبت

رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر انسان کا محسن کون ہو سکتا ہے جن کے ذریعے سے دولت ایمان نصیب ہوئی جو بخشش کا وسیلہ بن جائے گی۔ پھر انہوں نے انسانوں کے سروں سے وہ بوجھ اتار کر انہیں ہلکا پھلکا کر دیا جو خود انہوں نے اپنے اوپر ڈال رکھے تھے۔ اس طرح انسانوں کو وہ دین یعنی طریقِ حیات نصیب ہوا جو فطرت کے انتہائی قریب اور انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھے ہوئے ہے۔ اس میں آسانیاں ہیں' مشکلات نہیں:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

''اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے تنگی پسند نہیں کرتا''۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس دین کی سادہ اور عام فہم تعلیمات پر عمل کرنا سہل بھی ہے اور مفید بھی۔ چنانچہ اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتہائی محبت کا تعلق رکھا جائے۔ اگرچہ یہ بات بھی منطقی اور عام فہم ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ رسول اللہ کا حق لوگوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:٦)

''بلاشبہ نبی (کا حق) تو ایمان والوں کے لئے ان کی اپنی جانوں پر بھی مقدم ہے''۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہر مؤمن خود اپنے جسم و جان پر ترجیح دے گا اور مخلوق کے ہر فرد بشر سے زیادہ محبت رسول اللہ ﷺ سے رکھے گا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ))

''تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے بیٹے' باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں''۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا: ''تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ہر شخص سے زیادہ۔ پھر آپؐ نے پوچھا: ''کیا تمہاری اپنی ذات سے بھی زیادہ؟'' اس پر حضرت عمرؓ نے ذرا توقف کیا اور پھر عرض کیا کہ: ہاں یارسول اللہ۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ!)) یعنی ''اے عمر اب تم مؤمن کامل بنے ہو!'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ سے آگاہی کا تقاضا ہے کہ مسلمان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت مخلوق کی ہر شے بلکہ خود اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپؐ کے اشارے پر اپنا جان و مال اور اولاد کو قربان کر دیا۔ آج بھی مسلمانوں میں یہ جذبہ موجود ہے اور وقت آنے پر ہر مسلمان اپنی جان حضور ﷺ پر فدا کرنے کو سعادت سمجھتا ہے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کے فدایانہ کارناموں سے بھرپور ہے۔

ختم نبوت

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر مہربان ہے' انسانوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ ہر پیغمبر کسی مخصوص خطے یا قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ پیغمبر بھی زمین پر موجود رہے' مگر حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ (سبا:۲۸)

''اور ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور تنبیہہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ پر دین اسلام کی تکمیل کر دی گئی۔ اب اس ضابطۂ حیات میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ جس طرح اس دین میں کمی کرنا مذموم ہے اسی طرح اس میں ادنیٰ سا اضافہ بھی اس کی تکمیلی شان کو عیب دار ٹھہراتا ہے۔ اب کوئی دوسرا نبی بھی نہیں آئے گا اور نہ ہی وحی نازل ہوگی۔ آپؐ کی نبوت اب قیامت تک کے لئے ہے۔ اس حقیقت کو بھی قرآن میں واضح کر دیا گیا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب: ٤٠)

''محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں پر مہر۔''

اپنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ اس بات کو کھول کر بیان کیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس عنوان کی احادیث تفہیم القرآن' جلد چہارم صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۴ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لئے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے' لیکن (فرق یہ ہے کہ) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' پس آج اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کذاب ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے اپنے بعد بہت سے نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی پیشین گوئی کی تھی۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے سارے کے سارے کذاب تھے اور اُن کے کردار و عمل میں پیغمبرانہ عصمت و عظمت کا کوئی نشان نہیں ملتا تھا' بلکہ قدم قدم پر اُن کا جھوٹ اور دروغ گوئی ظاہر تھی۔ ان میں سے اکثر نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کیا مگر خود پر وحی آنے کے دعوے دار بھی ہوئے' لیکن کسی ایک کو بھی عالمِ اسلام میں پذیرائی نہ ملی' بلکہ ذلیل و خوار ہو کر مرے۔ اب قیامت تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی رہے گا اور اسی کلمے کا اقرار کرنے والے اور دل سے یقین اور اعضاء و

جوارح سے اس پر عمل کرنے والے ہی بالآخر فلاح سے ہم کنار ہوں گے۔ اس وحیٔ الٰہی کا اعلان رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرما دیا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔''

پس مقامِ رسالت سے آگاہی کا تقاضا ہے کہ آپؐ کی رسالت کو اختتامی اور تکمیلی شان کے ساتھ مانا جائے اور آپؐ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت یا رسالت کو پوری قوت کے ساتھ مسترد کر دیا جائے۔ کیونکہ جب آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے' بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہوں گے اور آپؐ ہی کا کلمہ پڑھیں گے۔

اُسوۂ حسنہ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تمام انسانوں کے لئے مثال قرار دیا گیا ہے۔ جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حیاتِ طیبہ میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جسے ذرا سا بھی غیر معیاری قرار دیا جا سکے۔ کوئی ایسی اخلاقی خوبی نہیں ہے جو آپؐ کے کردار میں نہ پائی جاتی ہو اور کوئی ناپسندیدہ بات ایسی نہیں ہے جس کا صدور کبھی آپؐ کی ذات سے ہوا ہو۔ زندگی میں پیش آنے والے تمام نشیب و فراز سے آپؐ گزرے ہیں مگر ہر قسم کے حالات میں آپؐ کا طرزِ عمل مثالی رہا۔ انتہائی خوشی کے لمحات میں آپؐ کبھی معیار سے فروتر نہیں ہوئے اور اسی طرح کبھی غصے کی حالت میں آپؐ سے غیر معیاری انداز نہیں دیکھا گیا۔ آپؐ نے غریبوں کے لئے نمونہ چھوڑا کہ نادار اور مفلس لوگ بھی پریشان ہو کر ناشکری کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ کئی کئی دن آپؐ کے ہاں چولہا نہ جلتا تھا۔ امیروں اور دولت مندوں کے لئے آپؐ کی زندگی مشعل راہ ہے کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ عرب کی دولت آپ کے قدموں میں آ پڑی اور آپ مدینہ کی ریاست

کے سربراہ ہو گئے' مگر اس حال میں بھی آپؐ نے عیش و عشرت کا انداز نہیں اپنایا بلکہ انتہائی سادہ زندگی اختیار کی اور دولت کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے ضرورت مندوں میں تقسیم کیا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ آپؐ کی پیاری بیٹی فاطمہؓ نے آپؐ سے ایک خادم کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے انہیں خادم تو دیا نہیں البتہ تسبیحاتِ فاطمہ کے الفاظ سکھا دیئے کہ یہ غلام و کنیز سے بہتر ہیں۔ آپ ﷺ نے مظلومیت کے دن بھی گزارے جن میں ہر دَور کے مظلومین کے لئے حوصلہ مندی اور ثابت قدمی کی تعلیم ہے' کیونکہ آپؐ نے اور آپ کے باصفا ساتھیوں نے نہایت صبر و ثبات کے ساتھ مکی زندگی میں ہونے والے مظالم کو برداشت کیا۔

پھر ایک وقت آیا کہ آپ ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے جہاں سے آپؐ کو نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا تھا' مگر اب بھی آپ جذبۂ شکر و امتنان کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ آپؐ کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کر دی تھی' آپؐ کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے۔ آپؐ جس طرح چاہتے اُن سے انتقام لے سکتے تھے مگر آپؐ نے فرمایا: ''جاؤ تمہیں معاف کیا' آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔'' بطورِ سپہ سالار آپؐ نے کئی عسکری مہمیں اختیار کیں مگر تاریخ گواہ ہے کہ کسی لڑائی کے موقع پر آپؐ نے نہ تو کسی بوڑھے' بچے اور عورت پر ہاتھ اٹھانے دیا اور نہ ہی پُرامن دشمن کو نشانہ بنایا' بلکہ مقابلہ پر آنے والے جنگجوؤں کے ساتھ ہی لڑائی کی اور فتح حاصل ہونے پر قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وہ مثالیں قائم کیں کہ قیدیوں نے اس قید کو آزادی پر ترجیح دی۔

آپؐ کرسی عدالت پر بیٹھنے والوں کے لئے بھی مثالی شخصیت تھے۔ آپ نے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے وقت اپنے پرائے' دوست دشمن' امیر غریب کی تفریق ختم کر دی۔ حسب' نسب اور جاہ و منصب کا بھی کوئی خیال نہ رکھا' بلکہ بے بس اور کمزور کو اس کا حق دلایا۔ صاحب جاہ و منصب کو دوسروں پر زیادتی سے روک دیا۔ جب بنی مخزوم قبیلے کی ایک عورت پر چوری ثابت ہوئی اور اس کو سزا سنائی گئی تو لوگوں

نے آپؐ کے چہیتے حضرت اُسامہؓ کو آپؐ کے پاس سفارش کے لئے آمادہ کر لیا۔ جب انہوں نے آپؐ کے سامنے مخزومی عورت کی سزا معاف کرنے کو کہا تو آپؐ نے فرمایا: ''اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

عبادت گزاروں کے لئے بھی آپؐ کے نقوشِ قدم راہنما تھے۔ آپؐ نے ہر جگہ عمل میں اعتدال کو اختیار کیا اور اُمت کے لئے پسند کیا۔ جن لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ گناہوں سے بچنے کی خاطر بیوی بچوں کے چکر میں پڑنے کی بجائے تجرد کی زندگی اختیار کریں گے' اسی طرح ساری ساری رات نمازیں پڑھیں گے اور ہمیشہ روزہ رکھیں گے تو آپؐ نے اُن کو اس طرزِ عمل سے یہ کہہ کر روک دیا کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نکاح میری سنت ہے' میں رات کو عبادت کے لئے جاگتا بھی ہوں' آرام بھی کرتا ہوں' نفل روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ ہر شخص پر اُس کے اپنے نفس کا بھی حق ہے' اسے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے بھی ضروری ہیں اور معاشرے کے دوسرے افراد کا خیال بھی رکھنا ہے۔ گویا آپؐ نے زندگی بھرپور انداز میں بسر کرنے کا نمونہ چھوڑا ہے۔

سربراہِ خانہ کی حیثیت سے بھی آنحضور ﷺ کی زندگی مثالی ہے۔ آپؐ کی ازواجِ مطہرات انتہائی عسرت کی زندگی میں بھی آپؐ سے خوش تھیں۔ آپ اپنی ازواجِ مطہرات' اولاد اور خادموں کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ ڈانٹنا ڈپٹنا آپؐ کے مزاج میں نہ تھا' بلکہ ہر فرد آپؐ کے حسنِ سلوک سے متاثر تھا۔

الغرض ہر شخص کے لئے آپ ﷺ کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔ اسی لئے خالقِ کائنات نے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (بیشک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے) فرما کر تمام انسانوں کو آپؐ کی پیروی کی ہدایت کی۔

بشریت

رسول اللہ ﷺ اولادِ آدم میں سے ایک فرد تھے۔ آپؐ مخلوقِ خدا میں

سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ آپؐ امام الانبیاء ہیں۔ تمام نبی انسان تھے اور انسان اشرف المخلوقات ہے۔ پس جو ہستی پوری کائنات میں اعلیٰ مقام پر ہوگی وہ بھی انسان ہی ہوگی۔ دوسرے انبیاء کی طرح انسانی کمزوریاں آپؐ کے ساتھ تھیں۔ آپؐ خوشی کے موقعہ پر خوش ہوتے تھے' ناخوشگوار صورت حال میں ناراض ہوتے تھے۔ کبھی کبھی آپؐ بیمار بھی ہوئے ہیں۔ آپؐ کو زخم آئے اور آپؐ نے درد کی اذیت محسوس کی۔ بھوک اور پیاس کی تکلیف بھی آپ محسوس کرتے تھے۔ دشمنوں کے مظالم' چیرہ دستیاں' طعن وتشنیع اور الزام تراشی آپؐ کے دل کو آزردہ کرتی تھی۔ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی پیدائش پر آپؐ نے خوشی کا اظہار کیا اور اُن کی وفات پر آپؐ سخت غمگین ہوئے ہیں۔

ان ساری کیفیات اور داعیات کے باوجود آپؐ ہمیشہ مالک کی رضا پر راضی رہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی کمی نہ کی۔ آپؐ کی اسی صفت کی وجہ سے آپؐ کی زندگی کو انسانوں کے لئے نمونہ اور قابل تقلید قرار دیا گیا' کیونکہ انسان کے علاوہ مخلوق کی کوئی دیگر نوع انسان کے لئے مثال نہیں بن سکتی۔ اگر کسی فرشتے کی زندگی کو انسانوں کے لئے نمونہ بنایا جاتا تو وہ اس کی پیروی کیسے کرتے۔ فرشتے کو نہ بیوی بچوں کی ضرورت' نہ کھانے پینے کی فکر۔ انسانوں کے لئے تو انسان ہی اُسوۂ حسنہ ہوسکتا ہے جس میں تمام انسانی کمزوریاں موجود ہوں مگر وہ انسانی کمزوریوں کو اپنے کردار و عمل پر منفی طور پر اثر انداز نہ ہونے دے' بلکہ اپنی زندگی کو ہمیشہ معیاری رکھے' تاکہ دوسرے لوگوں کو حوصلہ ملے اور وہ بھی اچھا اور پسندیدہ رویہ اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ مرتبہ اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی انسان ہی تھے۔ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۝ وما منع النّاس اَنْ یُّؤْمنُوْا اذْ جآءَ هُمُ الْهُدٰی الّآ انْ قالُوْا ابعث اللّٰهُ بشرًا رسولًا ۝ قلْ لّوْ كان فى الْاَرْض ملٰٓئكةٌ یّمْشُوْن مطْمئنّیْن لنزّلْنا

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر)